كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یادِ موت

نگہت ہاشمی

یادِ موت

نگہت ہاشمی

نام کتاب	:	یادِ موت
مؤلفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	ستمبر 2007ء
طبع دوم	:	دسمبر 2017ء
تعداد	:	2100
ناشر	:	النور انٹرنیشنل
لاہور	:	102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور
فون نمبر	:	0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی [illegible] ریذیڈنسی، بلاول ہاؤس کلفٹن، بلاک II، کراچی
فون نمبر	:	0336-4033034, 021-35292341-42
فیصل آباد	:	121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال، فیصل آباد
فون نمبر	:	0336-40330650, 041-8759191
ای میل	:	sales@alnoorpk.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Nighat Hashmi, Alnoor Internatioanl

حرفِ راز

رُکنا، ٹھہرنا، ختم ہو جانا، مکمل ہو جانا، لوٹ جانا ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ زندگی میں ہم ان کا تجربہ کرتے رہتے ہیں، مختلف اشیاء کو دیکھتے ہیں جیسے گاڑی کبھی رُکتی ہے کبھی چل پڑتی ہے، گھڑی رُکتی ہے سیل ڈالیں تو چل پڑتی ہے، کشتی ٹھہرتی ہے پھر رواں ہو جاتی ہے، کوئی ایک کام ختم ہوتا ہے پھر دوسرا شروع ہو جاتا ہے، کوئی کام مکمل ہو جاتا ہے پھر عام طور پر اسے دوبارہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، موسم لوٹ کر آتے ہیں، تاریخیں لوٹ کر آتی ہیں، دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن لوٹ کر آتے ہیں۔

ہر چیز ہمیں زبانِ حال سے یہ بتاتی ہے کہ اگر آنا حقیقت ہے تو جانا بھی ایک حقیقت ہے۔ آنا اگر زندگی ہے تو جانا موت ہے۔ زندگی آتی ہے تو سانس آتا ہے، دل دھڑکتا ہے، نبضیں چلتی ہیں اور زندگی جاتی ہے موت آتی ہے تو سانسیں رُک جاتی ہیں، دھڑکنیں رُک جاتی ہیں، نبضیں ڈوب جاتی ہیں۔ زندگی کا تصور انسان کو خوش کر دیتا ہے اور موت کا تصور اسے اُداس، پریشان اور غمگین کر دیتا ہے۔ انسان پریشانی، غم اور اُداسی سے فطری طور پر بچنا چاہتا ہے اس لیے وہ موت کا تصور بھی نہیں کرنا چاہتا۔ پھر اُسے یوں لگتا ہے کہ اسے موت نہیں آنی۔ جب کبھی کسی کی موت کے بارے میں سنتا یا دیکھتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے مگر عام طور پر وہ بھولا رہتا ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ اس کی زندگی کا اہم ترین موڑ ہے اور اس کے بعد ہمیشہ کے لیے خاتمہ بھی نہیں، جیسے نیند کے بعد انسان اُٹھتا ہے، جیسے رات کے بعد دن آتا ہے، جیسے موسم بدلتے بدلتے پھر وہی موسم آ جاتا ہے، جیسے تاریخیں بدلتے

بدلتے پھر پہلے والی تاریخ آجاتی ہے، ایسے ہی موت کے بعد دوبارہ زندگی آئے گی۔ یہ زندگی پہلی زندگی کے صلے کے طور پر بسر کرنے کے لیے دی جائے گی۔ اس زندگی میں اگر کسی نے اچھے کام کیے تو کل دوبارہ ملنے والی زندگی میں راحت، سکون اور عیش ملے گا اور اگر اس زندگی میں بُرے کام کیے تو دُکھ، بے سکونی، بے قراری اور غم ملے گا۔

دونوں زندگیوں میں بڑا فرق ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے اور وہ مستقل، یہ زندگی مختصر ہے اور وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس زندگی کے بعد موت آنی ہے اور اُس زندگی کے بعد کبھی موت نہیں آنی۔ اس زندگی کی خوشیاں بھی عارضی اور غم بھی عارضی، اُس زندگی کی خوشیاں بھی دائمی اور غم بھی دائمی۔ یہ زندگی بغیر (Choices) کے ملی، نہ شکل وصورت کا اختیار، نہ خاندان کا، نہ مالی حیثیت کا، نہ معاشرتی مرتبے کا، نہ رنگ ونسل کا۔ اُس زندگی کو (Choices) سے اختیار کر سکتے ہیں۔ پہلا اختیار تو اچھی زندگی یا بری زندگی کا ہے کیونکہ اسی کے ساتھ اختیار اور بے اختیاری کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر بری زندگی اختیار کرنے کا آج فیصلہ کر لیا تو پھر ہمیشہ کے لیے بے اختیاری ہے اور اگر اچھی زندگی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا تو سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ جو چاہو گے ملے گا۔ نہ بڑھاپا آئے گا، نہ غم، نہ بیماری، نہ دل آزاری، نہ چھن جانے کا خوف، نہ دُشمن کا خطرہ، نہ مایوسی، نہ اضطراب، نہ دُکھ، نہ پریشانی لیکن یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس زندگی پر اپنے نہیں اپنے مولا کے اختیار کو تسلیم کرنے پڑتا ہے، یہ زندگی اُس کی مرضی کے مطابق گزارنی پڑتی ہے، اپنے آپ کو اس قابل بنانا پڑتا ہے کہ کل اچھی زندگی گزار سکیں۔

دنیا میں انسان اس زندگی کو اچھی طرح گزارنے کے لیے اپنا وقت، اپنی صلاحیتیں، اپنا مال، اپنا سب کچھ لگا دیتا ہے اور موت کا بگل بجتا ہے تو خالی دامن ہمیشہ کے دُکھ، ہمیشہ کی اذیت، ہمیشہ کے غم، ہمیشہ کی آگ میں جلنے کے لئے چل دیتا ہے۔

موت فیصلہ کن ہے۔

موت کے بعد کچھ نہیں ہو سکتا۔

موت عمل کے وقت کا خاتمہ ہے۔

موت وقت کے گزر جانے کا اعلان ہے۔

اسی لئے انسان موت سے بھاگتا ہے۔

ربّ اُسی موت کی یاد دلاتا ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا''۔ (سورۃ ق:19)

سورۃ القیامۃ میں بھی اس کیفیت کا احساس دلایا گیا ہے:

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمَسَاقُ ۝

''ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا: ''کون ہے دم کرنے والا؟'' اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی۔ اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے۔''۔

یہ ہے اس زندگی کی حقیقت کہ جانا ہے، اپنے انجام کو پانا ہے، فرار ممکن نہیں تو اس زندگی میں اپنے مقصد کو پہچاننا ہے اور مقصد کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔

موت کا ذکر دراصل مقصدیت کے لیے ہے۔ موت ایک بے معنی خوف بن جائے تو انسان موت سے بھاگتا ہے اور اگر موت ربّ سے ملاقات کے لئے ایک ذریعے کی

صورت میں ذہن میں رہے تو انسان موت سے پہلے ملاقات کی تیاری کرتا ہے۔

موت اس زندگی کی شام ضرور ہے لیکن ہمیشہ کے لیے اختتام نہیں۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی ملنا ہے، وہ زندگی مستقل ہے، ہمیشہ کی ہے۔ اُس زندگی کا فیصلہ اِس زندگی پر منحصر ہے اس لئے اِس زندگی کے اعمال کی فکر کرنے کے لئے موت ایک قیمتی احساس ہے۔
موت سے فرار، موت سے بھاگنا بے شعوری کی علامت ہے، فرار کی نہیں ہر دم تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

موت کا تصور، موت کی یاد انسان کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر انسان کی زندگی پھیکی ہے۔ اس کے بغیر انسان کی زندگی بے قدر و قیمت ہو جاتی ہے۔ اس کے بغیر انسان کٹی پتنگ کی طرح، شُتر بے مُہار کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ یادِ موت ہی تو انسان کے ایمان کو تازہ رکھتی ہے۔

یہی یاد انسان کی عبادت میں مٹھاس پیدا کرتی ہے۔
اسی یاد سے انسان کو ذکر میں اطمینان ملتا ہے۔
اسی یاد سے انسان کو دُعاؤں میں لذت ملتی ہے۔
اسی یاد سے انسان کا اَخلاق بدلتا ہے۔
اسی یاد سے انسان کے معاملات درست ہوتے ہیں۔
اسی یاد سے انسان رشتوں کو پہچانتا ہے۔
اس یاد سے انسان حقوق و فرائض ادا کرتا ہے۔
اسی یاد سے انسان زمین پر آنے کو،
خلافت کا حق ادا کرنے کو اپنی ذمہ داری بناتا ہے۔
اسی یاد سے انسان مرسلین کے، صالحین کے،

انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔

یہ موت کی یاد ہی تو ہے جو انسان کو بستر سے اُٹھا کر ربّ کے حضور کھڑا کر دیتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو انسان کو اجتماعیت کے ساتھ باندھ دیتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو انسان سے اجتماعی ذمہ داریاں ادا کرواتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو کسی اور طرزِ معاشرت کو قبول نہیں کرنے دیتی۔ یہ موت کی یاد ہے جو کسی قانون کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلے میں ترجیح نہیں دینے دیتی۔ یہ موت کی یاد ہے جو اقامتِ دین کے لئے کوششیں کرواتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو کہتی ہے ''جو کچھ کرنا ہے قبل الموت--- موت سے پہلے کرلو۔

ہر عمل کے پیچھے کام کرنے والی قوت یہی موت کی یاد ہے اور انسان زندگی میں جانے کس کس یاد کو دل میں بسانا چاہتا ہے، وہ (Sweet Memories) میں جینا چاہتا ہے حالانکہ یہ میٹھی یادیں اسے عمل سے غافل کرتی ہیں اور اس کے مقابلے میں موت کی یاد انسان کو (Alert) رکھتی ہے، ہر دم تیار رکھتی ہے۔

یہ موت کی یاد ہی تو ہے جو کامیابی کی ضمانت بنتی ہے پھر کیوں ناں اپنی موت کو یاد رکھیں! یہی تو کامیابی کی کلید ہے۔ یہی تو صبحِ روشن کی نوید ہے۔ تاریکی کے گھپ اندھیرے کے مسافر کو اگر روشنی سے ڈر لگتا ہے تو یہ حیرت کی بات ہے۔ ہاں ڈرنے کی بات تب ہے جب یہ اندھیرا مستقل ہو جائے۔

آؤ!

اندھیروں کو روشنی میں بدلنے کی آج کوشش کرلیں کہ ابھی وقت ہے۔

آؤ!

اس وقت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے موت کو اپنی یادوں میں بسالیں

تاکہ اس کے بعد ملنے والی زندگی کے لئے تیاری کرسکیں۔

آؤ!

اس زندگی کو ایسا بنالیں کہ جان دینے کو جی چاہے

اور اللہ تعالیٰ کے لئے جان دینا ہی تو حیاتِ جاوداں ہے۔

آؤ!

ہمیشہ کی زندگی کے لئے موت کو اپنی یادوں میں بسالیں۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ

”تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو“۔ (سورۃ النساء: 78)

موت کیا ہے؟

موت زندگی کا خاتمہ ہے، عمل کے وقت کا خاتمہ ہے، وقت کے گزر جانے کا اعلان ہے کہ دنیا سے جانا ہے اور اپنے انجام کو پانا ہے۔

موت کیا ہے؟

شامِ زندگی ضرور ہے لیکن اختتامِ زندگی نہیں۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی ملنا ہے، مستقبل ہے جہاں اس زندگی کے لیے کیے گئے کاموں کا بدلہ ملے گا۔

موت کیا ہے؟

ایک قیمتی احساس۔ موت کا تصور، موت کی یاد انسان کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر زندگی پھیکی ہے لیکن یہ اختتامِ زندگی نہیں۔ اس کے بغیر نہ ایمان میں تازگی آتی ہے، نہ عبادت کا لطف ملتا ہے، نہ دعاؤں میں لذت ملتی ہے، نہ ذکر میں سرور ملتا ہے، نہ اخلاق سنورتے ہیں، نہ معاملات درست ہوتے ہیں، نہ دینی ذمہ داریاں پوری ہوتی ہیں۔

موت سے رُکنا ممکن نہیں۔ جو موت سے بھاگنا چاہتا ہے بھاگ دیکھے، نہیں بھاگ سکتا، اللہ تعالیٰ کے قانون میں بندھا ہوا ہے۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ

''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (سورۃ الرحمٰن:33)

دنیا میں جس کے پاس بھی موت آئی، اس کی آمد پر کوئی جائے فرار اس کو نہ مل سکی، اور بات دوسروں کی نہیں بلکہ بات ہماری اپنی ہے۔ آج اگر ہم اپنی موت کو اپنے سامنے دیکھیں اور یہ سوال ہمارے پیشِ نظر ہو کہ کہاں ہے جائے فرار؟ تو بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ ویسے بھی موت سے بھاگنا بے شعوری کی علامت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں بھاگنے کی نہیں بلکہ ہر دم تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ وہ مقام ہی نہیں ہے کہ انسان یہاں پر لمبی لمبی امیدیں لگا کر بیٹھا رہے۔ یہاں تین چیزیں ہیں جو ہمیں آگے لے کر چلنا ہیں:

1۔ موت کیا ہے؟

2۔ موت کس طرح انسان کو لے جاتی ہے؟

3۔ خالی ہاتھ نہیں جانا، صرف وہی خالی ہاتھ نہیں جائے گا جو موت سے نصیحت پکڑے گا۔

پہلی بات: موت کے حوالے سے ربّ العزت نے فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے''۔ (سورۃ الرحمٰن:26)

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی''۔ (سورۃ الانبیاء:34)

خدا کی ذات کے علاوہ ہر ایک نے موت کا مزا چکھنا ہے۔ ایک نہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب ہم اس کا (Taste) لینے والے ہیں، اس کا مزا چکھنے والے ہیں۔ یہ بات کہنا کتنا آسان ہے کہ موت نے آنا ہے مگر موت کے بارے میں ایک چیز شاید آپ بھی محسوس کرتے ہوں، میں نے جس طرح (Observe) یا (Feel) کیا ہے، دنیا کی زندگی میں انسان ہر ایک کی موت کا تصور کر سکتا ہے لیکن اپنی بند ہوتی ہوئی دھڑکنوں کو محسوس نہیں کرتا، اپنے پیلے پڑتے وجود کو انسان دن میں کتنی مرتبہ محسوس کرتا ہے؟ یہ آپ اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم اس کو محسوس کر سکیں۔ جو چیز آئی نہیں اس کو محسوس کیسے کر سکتے ہیں؟

اسی لیے تو آخرت کا علم، سچا، گہرا علم ہے جس کو سیکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ جو کچھ ہم حواس کے ذریعے سے محسوس کرتے ہیں اس کو سیکھنا آسان ہے مگر جس کو حواس محسوس نہ کریں وہ عقل میں کیسے آسکتا ہے؟ لیکن وحی کے الفاظ اس کو ہمارے قلب و ذہن میں راسخ کرتے ہیں اور اس طرح ہم محسوس کرنے کی (Position) میں آجاتے ہیں۔ اس اعتبار سے کچھ چیزیں موت کے (Reference) سے پیش نظر رکھنا چاہئیں جن کی وجہ سے موت کی یاد کو ہم اپنے قلب و ذہن میں جگہ دے سکیں گے۔

اگر میں آپ سے یہ سوال کرنا چاہوں کہ جب موت آتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ تو آپ میں سے ہر شخص اس کا جواب دے سکتا ہے۔ دل دھڑکنا بند ہو جاتا ہے، آنکھیں دیکھنا بند کر دیتی ہیں، کب تک؟ اس کے بارے میں تھوڑا بہت اختلاف ہے۔ سائنسی ریسرچ بتاتی ہے کہ بینائی فوراً منقطع نہیں ہوتی، کان سننا ختم کر دیتے ہیں، خون کی گردش ختم ہو جاتی ہے، سانسوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، انسان کا جسم سرد پڑ جاتا ہے، انسان کوئی کام کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہتا، کچھ سوچ نہیں سکتا، سمجھ نہیں سکتا، ہر (Activity) سے محروم ہو جاتا

ہے۔ یہ موت ہے۔

زندگی اور موت میں بنیادی طور پر جو چیز حائل ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ جب بھی آجائے خواہ کوئی بیمار ہو یا نہ ہو، کوئی اپنے گھر میں ہو یا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غالب ہو کر رہے گا۔ موت کی بے ہوشیاں برحق ہیں۔ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا''۔ (سورۃ ق:19)

انسان موت سے بھاگتا ہے، اپنے وجود کو ویسے محسوس نہیں کرسکتا۔ آپ محسوس کر کے دیکھیں موت کا منظر آپ کے سامنے ہے۔ موت جب آتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ سوچ کر دیکھیں کہ دل کی دھڑکن بند ہو رہی ہے، آنکھیں بند ہو رہی ہیں اور اگر کھلی بھی رہ گئی ہیں تو ان کی زندگی ختم ہوگئی، زبان بول نہیں سکتی، کان سن نہیں سکتے، ہم اٹھ نہیں سکتے، اردگرد کے لوگوں کے بارے میں ہوسکتا ہے انسان کچھ محسوس کرتا ہو یا نہ کرتا ہو مگر ایک بات ہے کہ موت جمود کا نام ہے۔ اب ہم نے اسی طرح ساکت وصامت ہو جانا ہے۔

میرے اندر موت کی (Reality) اس وقت اُتری جب میرے والد صاحب کی (Death) ہوئی اور میں نے اسے اپنے وجود پر محسوس کیا۔ میں اس موقع پر ان کے پاس تھی، میں نے اردگرد کے لوگوں میں بے چینی کی ایک کیفیت دیکھی کہ ہر کوئی دیکھ رہا ہے، ہر کسی کو پتہ تھا کہ (Death) ہو رہی ہے مگر کسی کو بھی اس کا یقین نہیں تھا۔ ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے۔ (Gradually) موت طاری ہونے کا سلسلہ ٹانگوں سے شروع ہو گیا اور اب پنڈلیاں بھی ٹھنڈی ہو گئیں اور اب گردے ختم ہو گئے، بات اوپر تک آن پہنچی اور اب جان چلی گئی۔

تب میں نے پہلی بار اپنے آپ کو اس پوزیشن میں رکھ کر سوچا کہ اب میں دنیا سے

جاؤں تو میری بھی یہی کیفیت ہوگی۔ یہ کیفیت جب انسان اپنے اوپر رکھ کے دیکھ لیتا ہے تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے، سوچ پر اثر پڑتا ہے کیونکہ یہ احساس اس کو زندگی میں مگن نہیں رہنے دیتا۔ جس کو یہ پتہ ہے کہ اس نے لوٹ جانا ہے تو وہ لوٹ جانے کی تیاری کرتا ہے۔ جو انسان لوٹ جانے کی تیاری نہیں کرسکتا، لاکھوں بار بھی وہ اس کا ذکر کرتا رہے، اپنے آپ کو اس کا یقین دلائے یا دوسروں کو، بہرحال یقین اس کے دل میں اترا ہوا نہیں ہے۔ موت کو سوچ نہیں سکتے، اسے سوچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس ٹرانس میں لے کر آئیں۔ یہ کیسے ممکن ہوگا؟ اپنی موت کے بارے میں کیسے سوچیں؟ اس کو اپنے اندر کیسے راسخ کریں؟ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انسان کو یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ موت نے آنا ہے۔ موت کو یاد کرنے کا کوئی فائدہ ہے؟ ایک عقل مند انسان کوئی بھی کام بے فائدہ نہیں کرنا چاہتا۔ پہلے ان دو باتوں کو دیکھیں گے پھر تیسری بات کو دیکھیں گے کہ

1۔ موت کی یاد کو دل کے اندر کیسے بسائیں؟

2۔ موت کو یاد کیوں رکھیں؟ اپنی زندگی میں کیسے مگن تھے؟ کیسے کیسے کام کیا کرتے تھے؟

ربّ العزت نے فرمایا:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

”آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے“۔ (سورۃ الجمعہ:8)

اس آیت سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ موت سے فرار ممکن نہیں۔ موت نے تو آنا ہے۔

ہر ذی روح نے چلے جانا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ جو آنے والا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے، اس کی یاد کی ہمیں ضرورت ہے۔مثلاً ماں کو یہ کیوں یاد رہتا ہے کہ بچوں نے صبح سکول جانا ہے، پھر انہوں نے واپس آنا ہے کیونکہ ماں جانتی ہے کہ بچوں کو سکول بھیجنے کے لیے کچھ تیاری بھی کرنی ہوگی ،لہٰذا وہ یاد رکھتی ہے اور (Proper) تیاری کرنے کے لیے نہ صرف اس ٹائم پر (Alert) ہوتی ہے بلکہ اس سے پہلے اس کی تیاری کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ جس سے تم بھاگتے ہو وہ آ کر رہے گی۔ہمیں قبرستانوں کی آبادیاں یہ بتاتی ہیں کہ ایسا ہونا لازم ہے۔

کیا آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک کوئی بادشاہ بچ سکے؟

آج فرعون کہاں ہے؟

نمرود کہاں ہے؟ جس نے کہا تھا کہ میں زندہ بھی کرسکتا ہوں اور مار بھی سکتا ہوں۔

کہاں ہے ہامان؟ کہاں ہے قارون؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ موت کے واقع ہونے پر یقین کرنا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ موت کے بارے میں درست نظریہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ضرورت ہے اور موت کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات ممکن نہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ

''جو اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا''۔(مسلم:6820)

موت سے انسان قدرتی طور پر کراہت محسوس کرتا ہے لیکن یہ کراہت محسوس نہیں کرنی کیونکہ موت تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔آپ جب کسی کی (Death) پر کسی کے گھر جاتے ہوں گے تو ایک فقرہ باربار سنتے ہوں گے:''اللہ تعالیٰ کی مرضی''۔کوئی نہیں سکھاتا مگر ہر کوئی یہ بات جانتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے،اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔کوئی پسند نہیں

کرتا مگر اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر سر جھکانا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں ہمیشہ نہ رہیں۔ ہم مختصر مدت کے لیے آئے ہیں، پھر چلے جانا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ موت کے بارے میں یہی سوچنا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے۔ لہٰذا موت سے گھبرانا نہیں، موت سے خوف نہیں کھانا، پھر کیا کرنا ہے؟ موت کی تیاری کرنی ہے۔ تیاری کے بارے میں دو تین خاص باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عقلمند اور ہوشیار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنا تابعدار بنالیا اور مرنے کے بعد کے بارے میں عمل کیا۔ احمق اور پاگل وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کا غلام بنالیا اور اللہ تعالیٰ پر اُمید رکھتا ہے''۔ (ترمذی:2459)

دو طرح کے انسان ہیں: ایک عقلمند اور دوسرا احمق۔ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو تابع دار بنالے۔ نفس کی تابعداری کیا ہے؟ ہم جو چاہیں وہ نہ کریں بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ کریں، چاہے جتنا مشکل ہو انسان اپنے من کی مرضی کو پورا نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پورا کرے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کہلوایا:

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيٓ ۚ إِنَّ ٱلنَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓ

''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے''۔ (سورۃ یوسف:53)

اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں یہ کشمکش مستقل رہتی ہے کہ نفس برائی پر آمادہ کرے اور انسان نفس کے خلاف چلے۔ آپ بہت سے لوگوں سے یہ بات سنتے ہیں کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں فلاں کام کروں، ذکر کی محفل میں میرا دل نہیں لگتا تو میں کیوں (Attend) کروں لہٰذا دل کے پیچھے بھاگتے بھاگتے انسان موت کے فرشتے کے ہاتھوں قید ہو جاتا

ہے۔پھر دل انسان کو کہاں لے جاتا ہے؟ یہ آپ سب جانتے ہیں کہ اس کا انجام بھلائی نہیں ہے۔ جو اپنے دل کے پیچھے لگتا ہے، جو اپنے نفس کے پیچھے لگتا ہے، وہ اس کو ہلاکت میں لے جاتا ہے۔ جو اپنے نفس کو تابعدار بناتا ہے وہ عقل مند ہے اور نفس تابعدار نہیں بنتا جب تک نفس پر ذہن کی حکمرانی نہ ہو۔ اس لیے قرآن یہ کہتا ہے:

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ''کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے''؟

اَفَلَا تَشۡعُرُوۡنَ ''کیا پھر تم سمجھتے نہیں''؟

جب انسان کچھ سمجھتا ہے تو عقل سے کام لیتا ہے، اپنے آپ کو ہینڈل کرتا ہے، کنٹرول کرتا ہے۔سب سے بڑا فاتح وہ ہے جو اپنے اوپر فتح حاصل کرلے۔ اپنے اوپر کنٹرول کرنا سب سے مشکل کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کتنی خوبصورت بات فرمائی کہ عقلمند اور ہوشیار وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنا تابعدار بنالیا اور احمق اور پاگل وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کا غلام بنالیا۔ جو کہتا ہے کہ میرا دل یہ چاہتا ہے لہٰذا میں نے یہ کرنا ہے، اس کو اللہ کے رسول ﷺ نے احمق قرار دیا۔ سب سے بڑا احمق وہ ہے جو اپنے ہاتھوں شکست کھا جائے، اپنے دل کے ہاتھوں ہار جانے والا اور حماقت کی انتہا جانتے ہیں کیا ہے؟ کہ انسان مانے دل کی اور اُمید ربّ سے لگائے کہ کوئی بات نہیں، اللہ غفور ورحیم ہے۔ اللہ کا حکم توڑ دیا کہ جو شخص کسی بادشاہ کی نافرمانی کرے اور یہ سمجھے کہ وہ معاف تو کر ہی دے گا تو وہ اس کی حماقت تو ہوسکتی ہے، نادانی بھی، جاہلیت بھی لیکن یہ بھول نہیں ہے۔ یہ انسان کی نادانی کی انتہا ہے کہ وہ غلط کام کرے اور یہ اُمید رکھے کہ اس کو معاف کردیا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص ٹریفک کے قانون کی خلاف ورزی کرے اور یہ اُمید رکھے کہ مجھے معافی مل جائے گی تو اس توقع کو پورا کرنے کے لیے کبھی کوئی کسی کی مٹھی گرم کرتا ہے، کبھی کسی اور چکر میں پڑتا ہے کہ کسی طرح مجھے نجات مل جائے۔ پھر جب اس کو پتہ چلتا ہے کہ کوئی چیز کام

آنے والی نہیں تو وہ دوبارہ خود کو اس حماقت میں نہیں ڈالتا، پھر وہ لاقانونیت کا مظاہرہ نہیں کرتا، پھر قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔اب دو باتوں کے حوالے سے دو کردار ہیں کہ عقلمند بنناہے یا احمق؟ آج یہ فیصلہ کرلے کہ اگر عقلمند بنناہے تو دل کے پیچھے نہیں چلنا اور اگر احمق بنناہے تو دل کی ماننی ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ عجیب بات ہے، خوشی تو تب ملتی ہے جب دل کی مانیں۔

دنیا اور آخرت کی خوشیاں دونوں (Opposite) ہیں۔ترجیح کس کو دینی چاہیے؟ ہمیشہ کی خوشی اور سکون کو یا تھوڑے وقت کی ملنے والی خوشی کو جس کے ساتھ انسان کو فوراً (Tention) ہو جاتی ہے۔انسان اپنی مرضی کرتا ہے مگر بعد میں پریشان بھی ہوتا ہے۔ایک تو دنیا اور آخرت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے، دونوں میں سے کوئی ایک چیز لینا ہے اور دوسرا اپنے بارے میں فیصلہ کرنا ہے کہ عقلمند بنناہے یا بے وقوف۔اگر عقل مند بنناہے تو یہ طے کرلیں کہ دل کی نہیں ماننی۔اگر دل کی نہیں مانیں گے تو آخرت میں نجات ممکن ہو جائے گی، اس نجات کے لیے یہ واضح طریقہ کار ہے۔

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سب سے زیادہ عقلمند ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو موت کو زیادہ یاد کرے اور مرنے کے بعد کے لیے تیاری کرے''۔

(ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا)

وہی زیادہ دانا اور بینا ہے جو دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لوٹ کرلے جائے۔اسی محفل میں ایک اور شخص نے بھی سوال کیا۔کس قدر (Relevent) سوال ہے، (To The Point) اور آج تک دنیا ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔سوال اگر قدر و قیمت

والا ہو تو رہتی دنیا تک اس کے اثرات ہوتے ہیں۔

ایک بدو نے سوال کیا: "سب سے بڑا زاہد کون ہے"؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو قبر اور اپنے گلنے سڑنے کو نہ بھولے اور دنیا کی فضول زینت کو چھوڑ دے اور باقی رہنے والی آخرت کو فنا ہونے والی دنیا پر ترجیح دے اور آئندہ کل کو اپنے دنیا کے دنوں میں شمار نہ کرے اور اپنے آپ کو مُردوں میں گن کر رکھے۔"

یہ بات توجہ طلب ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی کہ موت کے بعد گلنے سڑنے کو نہ بھولے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان تصور نہ کرے اور اس کی زندگی بدل جائے۔ ایک بار تصور کر کے دیکھیں کہ موت کے بعد بننا کیا ہے؟ یہ جسم، یہ ناخن، یہ گوشت، یہ ہڈیاں، یہ دانت، یہ آنکھیں، یہ کان، یہ بولنے والی زبان، سب کچھ مٹی ہونے والا ہے۔ اپنے جیتے جاگتے جسم کو تصور میں مٹی بنا کر تو دیکھیں، پھر دیکھیں کیا جی لگتا ہے دنیا میں؟

یہ تصور انسان کو ہینڈل کرتا ہے تو سب سے پہلے سوچ کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ نے اسی لئے اس کی اصلاح فرمائی کہ سب سے عقلمند وہ ہے جو موت کے بعد گلنے سڑنے کو نہیں بھولتا اور اپنے آپ کو مُردوں میں گن کر رکھتا ہے۔ ہمیشہ یہ سوچے کہ میں تو نہیں ہوں، باقی لوگ موجود ہیں۔

ہم بہن بھائی جب چھوٹے تھے تو ہمارے والد صاحب ہمیشہ ایک بات کہتے تھے کہ مجھے تو اپنی زندگی کا کوئی پتہ نہیں، میں کب چلا جاؤں تو آپ لوگوں نے یہ اور یہ کام کرنے ہیں، ہمیشہ اچھی نصیحت کرتے تھے۔ میرا سب سے چھوٹا بھائی کہنے لگا کہ ہم جب سے پیدا ہوئے ہیں یہی بات سن رہے ہیں تو کیا آپ ہی نے نہیں رہنا یا ہم نے بھی نہیں رہنا؟

آپ دیکھیے کہ ایک شخص جسے اپنے جانے کا یقین ہے اور یہ یقین اس کے دل کے اندر اس طرح گھر کر گیا ہے کہ ہر موقع پر وہی بات زبان پر آتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان جانے کی تیاری کرتا ہے، ویسے اعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ سرخرو ہو جائے۔ ہر وقت اُسے یہ فکر ہوتی ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے گا یا راضی؟ ایک ہی سوچ کے تحت انسان سب کچھ کیے چلا جاتا ہے۔ ایک خاص بات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لذتوں کو توڑ دینے والی یعنی موت کو یاد کرو''۔ (ترمذی:2460)

موت کی یاد ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے دنیا کی لذتیں ٹوٹتی ہیں۔ آخرت کی جواب دہی کا احساس سب کچھ چھڑا دیتا ہے۔ یہ احساس جتنا ہلکا ہوگا، لذتوں اور ساری بری عادتوں کو چھوڑنا بھی اتنا ہی مشکل ہوگا۔ ایگری کلچرل یونیورسٹی فیصل آباد میں تعلیم القرآن پروگرام میں کسی نے سوال کیا تھا کہ جو عادات میرے اندر راسخ ہوگئیں، وہ تو ہوگئیں، ان کے بارے میں ہم سوچ ہی نہیں سکتے کہ وہ چھوٹ سکتی ہیں، ان پختہ عادتوں کو کیسے بدل لیں؟ پختہ عادات کو بدلنے والی چیز موت کی یاد ہی ہے۔ جتنا انسان کو اپنے جانے کا یقین ہوتا ہے اتنا وہ سوچتا ہے کہ میری یہ عادت، میری یہ سوچ، میری یہ بات ایسی تو نہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ جب انسان سوچتا ہے تو اس کو جواب بھی ملتا ہے، اس کا حل بھی ملتا ہے۔ پھر انسان درست کو اپناتا ہے اور جو درست نہیں ہوتا اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وحشی درندے اگر موت کے بارے میں وہ باتیں جان لیں جو تم جانتے ہو تو تم ان میں سے کوئی فربہ جانور نہ کھا سکو''۔ (بیہقی)

یعنی کوئی جانور فکر اور خوف کی وجہ سے موٹا تازہ ہی نہیں رہے گا کہ لوٹ کر جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جانور کی بات کر کے توجہ کس طرف دلائی کہ فکر اور مسلسل سوچنے کا عمل انسان کو کس موڑ پر لے آتا ہے۔ کسی نے کتاب لکھی جس میں سے ایک فقرہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ کسی لڑکی کی محبت میں گھل گھل کر راجہ اندر نے درشن میں لکھا ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آتی میں کسی انسان کی محبت میں سوکھ سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہوں مگر یہ مولانا جو مسجد میں وعظ کرتے ہیں ان کی توند میں تو وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے، ان کا وزن بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ میں کسی پر تنقید نہیں کرنا چاہتی بلکہ اس لیے یہ ریفرنس دیا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ایک غم انسان کو اندر سے گھلا بھی رہا ہو اور وہ سکون والی زندگی بھی گزار رہا ہو، دو چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں، جب جانور پر اس سوچ کا اتنا اثر ہو گا تو انسان پر اس سوچ کے کتنے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''کیا کوئی شہید کے ساتھ بھی اُٹھے گا''؟ (یعنی کوئی ایسا شخص جسے شہید کے برابر رتبہ ملے گا) آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں جو دن اور رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے''۔ (احیاء العلوم)

کتنا بڑا مرتبہ ہے! موت کی یاد کی فضیلت دیکھئے کہ جو اس کو سوچتا ہے، اس کو یاد رکھتا ہے، اس کا ذکر کرتا ہے، اس کے لیے تیاری کرتا ہے، اسے شہید کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ جتنا موت اُسے یاد رہتی ہے اتنا وہ اس کے لیے تیاری کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''مومن کے لیے موت تحفہ ہے''۔ (طبرانی، ابن ابی الدنیا، مستدرک حاکم)

موت اور تحفہ؟ موت کو مومن کے لیے تحفہ قرار دیا کہ

''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت''۔ (مسلم: 7417)

قید سے رہائی خوشخبری ہے ناں کہ جب موت آتی ہے تو مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی

طرف سے خوشخبری ہی خوشخبری ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کا ماتھا چوم کر یہ بات کہی تھی کہ ''اے میرے ساتھی! جو موت آنی تھی وہ آچکی، اب کبھی نہیں آئے گی''۔

جو وقت آنا تھا آ گیا، اب تو آسانیاں ہی آسانیاں ہیں، جو فریضہ تھا سرانجام دے دیا۔ مومن کو قید خانے سے آزادی مل جاتی ہے تو موت اس کے لیے تحفہ ہے۔

عطا خراسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں لوگ قہقہے لگا رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس مجلس میں لذتوں کو توڑ دینے والی چیز کو شامل کرلو''۔

لوگوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت''۔ (ابن ابی الدنیا)

یعنی موت کو یاد کروگے تو قہقہے نہیں لگاؤ گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''موت کو یاد کرو کیونکہ وہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور دنیا میں زاہد بنا دیتی ہے''۔ (ابن ابی الدنیا)

موت کی یاد کی وجہ سے انسان متقی ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ لوگ ہنس رہے ہیں، قہقہے لگا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''موت کا ذکر کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم وہ سب جان لو جو میں جانتا ہوں تو ہنسو کم اور رووٗ زیادہ''۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا اور لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے ساتھی کا

ذکر کیسا ہے''؟ لوگوں نے کہا: ''ہم نے اس کو موت کا ذکر کرتے ہوئے کبھی نہیں سنا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ ویسا نہیں ہے جیسا تم اس کا ذکر کرتے ہو۔ (ابن ابی الدنیا)

یعنی تم اس کا اچھا ذکر کرتے ہو اور وہ اچھا نہیں ہو سکتا جو موت کا ذکر نہیں کرتا۔ اچھا انسان وہ ہے جو موت کا ذکر کرتا ہو اور دوسروں کو بھی یاد دلاتا ہو۔

ایک انصاری نے آپ ﷺ کی مجلس میں ذکر کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! سب سے زیادہ بزرگ عقلمند کون ہے''؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو موت کو کثرت سے یاد کرے اور مرنے کی زیادہ تیاری کرے''۔ (ابن ماجہ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''موت نے دنیا کو رسوا کر دیا، کسی عقل مند کے لیے خوشی میں حصہ نہیں چھوڑا''۔ (احیاء العلوم)

ہم کسی بھی مقام پر خوش نہیں ہو سکتے کہ موت ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ہماری دنیا کی خوشیاں ختم ہیں۔

ربیع ابن خیثم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مومن اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر کوئی چیز انتظار کے قابل نہیں ہے''۔

اسی طرح ان کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو فرماتے تھے:

''جب میں مر جاؤں تو میری موت کی اطلاع کسی کو مت دینا، مجھ کو آہستہ سے میرے رب کے پاس بھیج دینا''۔ (احیاء العلوم)

ایک دانشور نے اپنے بھائی کو لکھا:

''اے بھائی! اس دنیا میں موت کی آرزو کرو، اس سے پہلے کہ ایسے گھر چلے

جاؤ جہاں تم موت کی تمنا کرو اور موت نہ ملے"۔ (احیاء العلوم)

حضرت ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو ان کا ہر عضو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے مر گیا، یعنی کہ ان پر وہ کیفیت عملاً طاری ہو جاتی تھی۔ (احیاء العلوم)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بادشاہ تھے مگر بڑے اللہ والے تھے۔ کبھی دنیا سے بہت محبت رکھتے تھے، بہت خوش مزاج تھے، بڑی خوشبو استعمال کرتے، بڑے کرّ و فر والے مگر جب اللہ کے ساتھ تعلق بنا، ہر شب فقراء کو جمع کرتے، موت، قیامت، آخرت کا ذکر کرتے اور اس طرح روتے گویا کوئی جنازہ ان کے سامنے پڑا ہو۔ یہ وہ چیز ہے جو زندگی کو تبدیل کرنے والی ہے۔

کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص موت کی معرفت رکھتا ہے اس پر دنیا کے مصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں"۔ (احیاء العلوم)

مطرف کہتے ہیں:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بصرہ کی مسجد کے درمیان میں کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ موت کی یاد نے ڈرنے والوں کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور اب وہ اس کے خوف کی وجہ سے بیگانہ نظر آتے ہیں"۔ (احیاء العلوم)

ایک بات یہاں کہنا چاہتی ہوں کہ کبھی یہ مت سمجھئے گا کہ موت کے خوف سے فرار حاصل ہو سکتی ہے۔ موت نے آنا ہے، اس کو تسلیم بھی کرنا ہے کیونکہ موت اختتامِ زندگی ہے اور زندگی کی مہلت عمل کرنے کے لیے ملی ہے تو موت کے بارے میں ایک ہی بات سوچنا ہے کہ موت نے ہماری زندگی کی مہلت کو ختم کر دینا ہے، پھر موقع نہیں ملے گا، اس سے پہلے پہلے سارے کام کر لیے جائیں، ہر لمحے یہ دھڑکا لگا رہے کہ میری مہلتِ عمل ختم نہ ہو جائے۔

موت کے بارے میں کراہت محسوس نہیں کرنا کیونکہ یہ کراہت انسان کو موت سے فرار کا راستہ سکھاتی ہے، پھر انسان موت کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتا۔ آپ روٹین میں لوگوں کے درمیان بیٹھ کر اس کا تذکرہ کریں تو لوگ فوراً یہ جواب دیں گے 'ڈرانے والی باتیں نہ کرو حالانکہ ان ہی باتوں نے تو زندگی کو بدلنا ہے۔

موت کوئی مکروہ چیز نہیں ہے بلکہ موت کا شوق ایسے پیدا کرنا ہے کہ جب اختتامِ زندگی ہو تو شوق سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے پہنچ جائیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی عورت نے اپنی دل کی سختی کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''موت کو کثرت سے یاد کرو تمہارا دل نرم ہو جائے گا''، چنانچہ اس نے آپ رضی اللہ عنہا کی ہدایت پر عمل کیا اور اس کا دل نرم ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے کہ جب بھی ان کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کی جلد پھٹ جاتی اور اس سے خون رسنے لگ جاتا۔ یہ احساس کی شدت ہے جو ان کے وجود پر بھی اثر انداز ہو جاتی۔ (احیاء العلوم)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے کوئی ایسا دانا نہیں دیکھا جو موت سے دل گرفتہ نہ ہو''۔ (احیاء العلوم)

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کسی عالم سے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا: ''تم پہلے خلیفہ نہیں ہو جو مرو گے''۔ یعنی تم سے پہلے بھی خلیفہ ہیں جو موت سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اور فرمایئے تو انہوں نے کہا کہ ''تمہارے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی ایسا نہیں جس نے موت کا مزا نہ چکھا ہو اور اب تمہاری باری ہے''۔ حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ عالم کی یہ بات سن کر رونے لگے۔

ربیع ابن خیثم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے ایک حصے میں قبر کھود رکھی تھی اور دن میں متعدد بار

قبر میں لیٹتے تھے، اس طرح موت کی یاد ہر وقت تازہ رہتی۔ کہتے ہیں کہ "میرا دل اگر ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہو گیا تو فاسد ہو جائے گا، یعنی بگڑ جائے گا۔ پھر دل مجھ پر حکمران ہو جائے گا میری حکمرانی ختم ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے کہا: "موت کو کثرت سے یاد کرو۔ اگر تجھ کو عیش میں وسعت ہے تو اس کو تنگ کر دو اور اگر تنگی ہے تو وسیع کر لو"۔ مراد یہ ہے کہ اگر زندگی میں خوشیاں حاصل ہیں تو خود اس کو اپنے لیے مختصر کر لو کہ کیا پتہ کب وقت آ جائے، پہلے سے سوچنا شروع کر دو اور اگر کم وقت بھی ہے تو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاؤ۔ وسعت کیسے پیدا کی جا سکتی ہے؟ کم وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا کر۔

ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اُم ہارون سے پوچھا کہ "کیا تم موت کو پسند کرتی ہو"؟ انہوں نے کہا: "نہیں"۔ میں نے پوچھا: "کیوں"؟ انہوں نے کہا: "اگر میں کسی انسان کی نافرمانی کروں تو میں اس سے منہ چھپائے پھرتی ہوں اور کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں اور اس سے ملنا پسند کروں"۔ (احیاء العلوم)

موت سے خوف نافرمانیوں کی وجہ سے آتا ہے لہٰذا موت سے اگر محبت پیدا کرنا ہے تو فرمانبرداری کا رویہ اختیار کرنا ہے، اس کے لیے زیادہ سے زیادہ (Effort) کرنا ہے تا کہ کل کی سرخروی حاصل کر سکیں۔

اہم بات یہ ہے کہ موت کو دل میں راسخ کیسے کریں؟ موت انتہائی خوف ناک چیز ہے مگر مومن کے لیے نہیں کیونکہ مومن اسے اللہ کا وعدہ، اللہ کا فیصلہ سمجھتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ دل کو موت کی یاد کے علاوہ ہر چیز سے خالی کر لیا جائے۔ جو دل احساسات، خیالات اور جذبات کی آماجگاہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے لیے خالی کرے۔

دوسری چیز یہ کہ موت کو اپنے سامنے موجود محسوس کرے۔ یہ خیال کرے کہ انسان

کے سامنے موت موجود ہے۔ موت کو یاد رکھنے کے لیے ہم کیا کریں؟ جو افراد موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں، رشتے دار، دوست احباب، قریبی عزیز، ان کے بارے میں پہلی چیز ذہن میں رکھیں کہ وہ پہلے میری طرح زندہ تھے اور اب؟ سوچ کا آغاز کیسے ہوگا؟

1۔ وہ زندہ تھے۔

2۔ اپنی زندگی میں کیسے مگن تھے؟ کیسے کیسے کام کیا کرتے تھے؟

3۔ دنیا کی مصروفیت میں کیسے وقت لگایا کرتے تھے؟

4۔ اب وہ محوِ خاک ہیں۔ ان کے ساتھ کیا کیا معاملات ہوئے ہم نہیں جانتے مگر اب وہ مٹی ہیں۔

5۔ کل خوش حال تھے، اونچے مناصب پر تھے مگر آج مٹی میں، یہ صورت، یہ اعضاء، یہ منصب سب کچھ مٹ گیا۔

سوچ کر دیکھیں، اپنے کسی عزیز کی صورت کو ذہن میں لا کر دیکھیں۔ میں جب سوچتی ہوں تو مجھے سب سے زیادہ جو رشتہ محبوب تھا، وہ میرے والد کی ذات ہے۔ میں نے موت کے بارے میں تصور کرنا ان کی موت سے سیکھا ہے، میں نے (Practically) یہ آزمایا ہے کہ انسان کے لیے جو سب سے زیادہ محبوب ہو، اس کے بارے میں یہ سوچنا کتنا مشکل ہے کہ اب اس کی آنکھیں نہیں ہیں، اب ناک بھی نہیں، اب زبان بھی نہیں، انسان کے اندر ہی اندر کشمکش شروع ہو جاتی ہے کہ وہ تو صحیح سالم وجود ہے، ذہن میں آتا ہی نہیں کہ اس وجود کو مٹی نے کھا لیا ہوگا۔ میں اپنے اندر یہ محسوس کرتی ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے وہ ذات ہمیشہ ایک احساس بن کر میرے ساتھ ساتھ رہی، اپنی زندگی میں بھی اور اپنی زندگی سے زیادہ اپنی موت کے بعد، جتنا ان کی زندگی سے سیکھا، ان کے جانے سے اس سے زیادہ سیکھا۔ انہوں نے زندگی میں قرآن سکھایا، حدیث سکھائی، زندہ رہنے کے طریقے سکھائے لیکن ان

کے جانے کے بعد ان کی موت سے میں نے اپنی موت کے تصور کو پختہ کیا۔ میں نے ان کی وفات کے بعد پہلی بار قبر کی زندگی کو تصور کیا، قبر میں ایک ایک چیز کو محسوس کیا، قبر میں ان کی جگہ پر خود کو رکھ کر دیکھا، اپنے وجود کو گلتا سڑتا محسوس کیا۔

آپ یہ ضرور سوچیں کہ آج وہ مجلسیں، وہ محفلیں خالی ہیں، کل جو ان کی وجہ سے آباد تھیں۔ آج ان کا ذکر کوئی نہیں کرتا، کبھی کبھی ہونے والا ذکر اور وہ محفلیں جہاں ان کے بغیر جان نہیں پڑتی تھی، فرق آگیا ناں! لوگ بھول گئے، کسی کو یاد نہیں، ایسے ہی ہم بھی بھولی بسری داستان ہو جائیں گے، کوئی بھی یاد نہیں رکھے گا۔ آج اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ جو جا چکے ان کی کیا کیفیت ہے، ایسے ہی جیسے پیدا ہی نہیں ہوئے، آج کوئی وجود نہیں ہے ناں! اللہ تعالیٰ موت کی یاد دلانے کے لیے فرماتے ہیں:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا

"کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟"۔ (سورۃ الدھر:1)

ہاں ایسا وقت گزرا ہے کہ ہم نہیں تھے اور جو جا چکے وہ آج نہیں ہیں، مٹی ہو چکے۔ آج ہم زندہ ہیں، کل زندہ نہیں تھے اور اگلی اسٹیج ہم پر آنے والی ہے کہ نہیں رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ اسی طرح بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو، حقیقت کو خوش دلی کے ساتھ مان لینا ہے۔ میں نے جب اپنے آپ کو اپنی موت کا یقین دلایا تو مجھے اتنا اچھا لگا کہ میں سو جاؤں گی۔ میری اپنی بہن سے بات ہو رہی تھی، اس نے کہا کہ تم بہت مصروف رہتی ہو، آرام کا وقت نہیں ملتا، میں نے کہا آپ کے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہے۔ کہنے لگیں کہ چلو موت کے بعد تو سونا ہی ہے، پھر تو اللہ ہی اٹھائے گا تو اٹھیں گے، پھر دنیا میں سے کوئی ہمیں اٹھا نہیں سکے گا۔ موت کے بعد آرام کا تصور، موت کے بعد (Acheivement)

کا احساس دنیا میں بہت کچھ کرنے کے لیے انسان کو مجبور کرتا ہے۔

موت کے احساس کو راسخ کرنا چاہتے ہیں تو جانے والوں کا اس طرح جائزہ لیں کہ ان کا حال، ان کی موت کی کیفیت، ان کی زندگی کی سرگرمیوں اور ان کی مصروفیات کو دل میں حاضر کر کے سوچیں کہ تب ان کی زندگی کیسی تھی اور اب وہ کیسی زندگی گزار رہے ہیں؟ کل وقت نہیں ملتا تھا، آج وقت ہی وقت ہے۔ کل جن کے لیے ان کا وقت لگتا تھا آج ان کے پاس اپنے ان جانے والوں کے بارے میں سوچنے کا بھی وقت نہیں ہے۔ کل ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہونے والا ہے۔ اس طرح ہم اپنی زندگی کو سوچ سکتے ہیں، دیکھ سکتے ہیں۔

ایک خاص بات جو کہنا چاہتی ہوں کہ دنیا میں سارے افراد ایسے نہیں ہوتے جو اپنی موت کو یاد رکھیں۔ ایسے افراد جو اپنی موت کو فراموش کرنے والے ہیں ان کے بارے میں یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ کیسے وہ سمجھتے تھے کہ مجھے سب کچھ حاصل ہے، میری قوت، جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ موت جو لمحہ لمحہ قریب آ رہی ہے اور ہمیشہ کے لیے قریب رہنے والی ہے، اس سے وہ کیسے غافل تھے۔ کل تک زندگی کی مستیوں میں کیسے گم تھے اور آج قدم ٹوٹ گئے ، چل سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، آپ پکار پکار کر رہ جائیں، کبھی کسی قبر کے پاس کھڑے ہو کر پکار کر دیکھیں، کبھی جواب نہیں آئے گا، قیامت تک نہیں آئے گا، نہیں بول سکتے۔ ایسے ہی ایک دن ہمارے بھی قدم ٹوٹ جانے والے ہیں، آنکھیں بے نور ہونے والی ہیں، زبان بولنا چھوڑ دینے والی ہے۔ سوچ کے دیکھیں کسی مردے کو جو قریبی عزیز ہو کل تک کیسی باتیں کرتا تھا! کیسے قہقہے لگاتا تھا! آج کیڑوں نے زبان کھالی، مٹی نے دانتوں کو خاک کر دیا۔

پھر سوچ کر دیکھیں کہ کیسے وہ لوگ اپنے لیے عمدہ عمدہ تدبیریں کرتے تھے اور ان چیزوں کا بہتر انتظام کرتے تھے جن کی آنے والے دنوں میں نہیں، مہینوں میں نہیں، سالوں

میں بھی ضرورت پیش نہیں آتا تھی۔ کسی ایسے فرد کے بارے میں سوچ کر دیکھیں کہ جب اس کی موت کے آنے میں ایک ماہ کا فاصلہ تھا تب بھی اس کو ہوش نہیں تھا، جب کچھ دن کا فاصلہ تھا تب بھی نہیں، جس شام مرنا تھا اس وقت بھی نہیں، سوچا ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جانا ہے۔

کسی بھی غافل عزیز کے بارے میں سوچ کر دیکھیں کہ موت نے اس کو کیسے آن پکڑا جبکہ اُس کے آنے کی توقع ہی نہیں تھی، اچانک سامنے فرشتہ آ گیا اور اس نے اس کے کانوں میں جنت یا دوزخ کا اعلان کر دیا تو پتہ لگ گیا کہ میں نے کہاں جانا ہے؟ موت کے وقت ہی پتہ لگ جاتا ہے کہ میں نے کہاں جانا ہے؟ انسان کا انجام کیا ہے؟ اس طرح (Compare) کریں کہ آج میں بھی قہقہے لگاتی ہوں، گپ شپ لگاتی ہوں، میں بھی تو بے خوف ہوں، میں بھی تو اچھی صحبت چاہتی ہوں، ایسی (Company) جس میں گپ شپ ہو، کوئی سوچنے سمجھنے والی بات نہ ہو، (Light) موڈ میں بہتی چلی جاؤں، آج میں بھی تو اللہ تعالیٰ سے بھاگتی ہوں۔ اپنی حقیقی (Feelings) انسان شاید دوسروں کو بتا نہیں سکتا لیکن اپنے اندر کی (Feelings) کو اپنے سامنے کھول کر رکھ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ مشکل کام ہے مگر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تو احتساب کا یہ عمل بہت فائدہ دے گا۔

جب قہقہے لگائیں تو ضرور سوچیں کہ کل کیسے قہقہے لگاؤں گی؟ جب خوش ہوں تو موت کے بارے میں سوچیں کہ موت نے ساری لذتوں کو توڑ دینا ہے۔ جب اچھے کھانے کھائیں تو اس وقت سوچیں کہ ان اچھے کھانوں کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ جو جسم اس سے پروان چڑھے گا وہ تو کیڑوں کی خوراک بن جائے گا۔ پھر یہ سوچیں کہ اس وقت کے لیے میں نے کیا تیاری کی ہے؟ میں نے کیا سوچا؟ اپنے اوپر بار بار نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا حال بھی تو ان جانے والوں کے جیسا ہے کہ کل تک وہ غافل تھے تو آج ہم بھی تو غافل ہیں،

ہماری بھی تو وہی صورت حال ہے، اگر ان کا یہ انجام ہوا تو ہمارا کیا انجام ہونے والا ہے؟

ایک اور چیز انسان کو بہت زیادہ تقویت دیتی ہے، وہ یہ کہ قریب المرگ لوگوں کی عیادت کے لیے ضرور جانا چاہیے، ان کے پاس رہنا چاہیے۔ مسلمان کے مسلمان پر حقوق ہوتے ہیں، اس میں بہت اہم ہے کہ انسان مریضوں کی عیادت کرے۔ جب انسان کسی مریض کو دیکھتا ہے تو اپنی صحت کو بہت قیمتی سمجھتا ہے ورنہ اس کو صحت کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوتا اور جب قریب المرگ مریضوں کو دیکھتا ہے تو موت کا خیال دل میں حاضر رہتا ہے، پھر وہ اپنے اوپر غلبہ بھی حاصل کر سکتا ہے پھر اسے اپنا نصب العین یاد رہتا ہے۔ نصب کا مطلب ہے گڑ جانا، نصب العین کا مطلب ہے آنکھ کا گڑ جانا۔ آنکھ گڑی رہے تو مقصد بنتا ہے، آنکھ پھر اس سے ہٹے نہیں، نظر اس سے ادھر ادھر نہ ہو کہ انسان کبھی کسی اور مصروفیت میں گم ہو گیا۔

موت کی حقیقت پر یقین کر لینے سے یہ توقع پیدا ہو سکتی ہے کہ موت کے لیے تیاری کریں گے، دنیا سے کنارہ کشی اختیار کریں گے۔ جب بھی دل میں اچھی چیز کا خیال آئے تو سوچ لیں کہ اگر مل بھی گئی تو جدا ہو جائے گی، یہ چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ یہی سوچ انسان کو زندگی میں صحیح کام کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

ایک دن ابن مطیع کی نظر اپنے گھر پر پڑی، ان کو کچھ اچھا محسوس ہوا (کہ بڑا اچھا، خوشگوار اور پر سکون گھر ہے)۔ اس احساس کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، کہنے لگے: بخدا! اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے بڑا خوش ہوتا اور اگر مجھے تنگ قبروں میں نہ جانا ہوتا تو میں دنیا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا، پھر اس قدر روئے کہ بے اختیار ان کی چیخ نکل گئی۔ (احیاء العلوم)

پتہ چلتا ہے کہ موت سے جو چیز دور کرتی ہے وہ طول الامل ہے، لمبی لمبی امیدیں

باندھنا۔ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''جب تو صبح کرے تو اپنے نفس کے ساتھ شام کا ذکر نہ کرو اور شام کرے تو اپنے نفس کے ساتھ صبح کا ذکر نہ کرو اور اپنی موت کے لیے اپنی زندگی سے اور اپنے مرض کے لیے اپنی صحت سے کچھ لے لو، اس لیے کہ اے عبداللہ! تم نہیں جانتے کہ آنے والے کل میں تمہارا نام کیا ہوگا؟ (زندہ یا مردہ)''۔ (ابن حبان)

یہ زندگی کی حقیقت ہے۔ جانتے ہیں زندگی کی اصل (Reality) کیا ہے؟ زندگی سامنے ہے اور موت چھپی ہوئی ہے۔ موت ہی اصل حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے۔'' (سورۃ آل عمران:185)

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''مجھے تم میں دو باتوں کا خوف ہے: خواہش نفس کی پیروی اور لمبی لمبی امیدیں باندھنا۔ آگاہ رہو! اللہ ہر شخص کو دنیا عطا کرتا ہے چاہے وہ اس سے محبت کرے یا نفرت، جس شخص سے اللہ محبت کرتا ہے تو اس کو ایمان عطا کرتا ہے۔ آگاہ رہو کہ کچھ لوگ دین کے بیٹے ہیں اور کچھ دنیا کے بیٹے ہیں۔ آگاہ رہو! دنیا پیٹھ پھیر کر رخصت ہو چکی۔ آگاہ رہو! آخرت سامنے سے آرہی ہے۔ تم آج عمل کے دن میں ہو اس میں کوئی حساب نہیں، عنقریب تم حساب کے دن میں ہو گے اور اس میں کوئی عمل نہیں ہوگا۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں نے جب بھی

آنکھیں کھولیں اس گمان کے ساتھ کھولیں کہ بند کرنے سے پہلے اللہ میری روح قبض کرے گا، جب بھی آنکھ اوپر اٹھائی یہ سوچ کر اٹھائی کہ نیچے کرنے سے پہلے اللہ میری روح قبض کرے گا اور میں نے جب بھی کوئی نوالہ اٹھایا یہ سوچ کر کہ اس کے نگلنے سے پہلے موت آجائے گی"۔

اس کے بعد فرمایا:

"اے اولادِ آدم! اگر تم عقل رکھتے ہو تو تم کو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرنا چاہیے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آنے والی ہے اور تم اسے عاجز نہ کر سکو گے۔" (ابن ابی الدنیا، طبرانی، بیہقی)

رسول اللہ ﷺ کا موت کے بارے میں کیا احساس تھا؟ کون سی چیز تھی جو ان کے اندر آگ بھڑکاتی تھی؟ کون سی چیز (Push) کرتی تھی؟ کون سی چیز (Energy) دیتی تھی؟ موت کا حقیقی تصور کہ کسی بھی وقت موت میرے اوپر قبضہ کرلے گی۔ اس سے پہلے پہلے تیاری کرلو۔

ایک بہت ہی خوبصورت روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تو تیمم کر لیتے تھے۔ میں ان سے عرض کرتا کہ اللہ کے رسول ﷺ! پانی تو قریب ہے پھر آپ ﷺ نے تیمم کرلیا؟ تو فرماتے:

"کون جانتا ہے کہ میں پانی تک پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں"؟ (ابن المبارک، ابن ابی الدنیا)

یہ موت کا وہ حقیقی تصور ہے جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے ملتا ہے۔ ربّ العزت نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

"بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے"۔ (الاحزاب:21)

رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے لہٰذا ہمیں اپنے بارے

میں سوچنا چاہیے۔

موت کا تصور، موت کی یاد انسان کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر انسان کی زندگی پھیکی ہے۔ اس کے بغیر انسان کٹی پتنگ کی طرح، شترِ بے مہار کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ موت ہی تو انسان کے ایمان کو تازہ رکھتی ہے۔ یہی یاد انسان کی عبادت میں مٹھاس پیدا کرتی ہے۔ اس یاد سے انسان کو ذکر میں اطمینان ملتا ہے۔ اس یاد سے انسان کو دُعاؤں میں لذت ملتی ہے۔ اسی یاد سے انسان کا اخلاق بدلتا ہے۔ اسی یاد سے انسان کے معاملات درست ہوتے ہیں۔ اسی یاد سے انسان رشتوں کو پہچانتا ہے۔ اس یاد سے انسان حقوق و فرائض ادا کرتا ہے۔ اس یاد سے انسان زمین میں آنے کو، خلافت کا حق ادا کرنے کو اپنی ذمہ داری بناتا ہے۔ اسی یاد سے انسان مرسلین کے، صالحین کے، انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ یہ موت کی یاد ہی تو ہے جو انسان کو بستر سے اُٹھا کر ربّ کے حضور کھڑا کر دیتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو انسان کو اجتماعیت کے ساتھ باندھ دیتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو انسان سے اجتماعی ذمہ داریاں ادا کرواتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو کسی اور طرزِ معاشرت کو قبول نہیں کرنے دیتی۔ یہ موت کی یاد ہے جو کسی قانون کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلے میں ترجیح نہیں دینے دیتی۔ یہ موت کی یاد ہے جو اقامتِ دین کے لئے کوشش کرواتی ہے۔ یہ موت کی یاد ہے جو کہتی ہے جو کچھ کرنا ہے قبل الموت، موت سے پہلے کرلو۔ ہر عمل کے پیچھے کام کرنے والی قوت ہی تو موت کی یاد ہے اور انسان زندگی میں جانے کس کس یاد کو دل میں بسانا چاہتا ہے۔ وہ (Sweet Memories) میں جینا چاہتا ہے حالانکہ میٹھی یادیں اسے عمل سے غافل کرتی ہیں اور اس کے مقابلے میں موت کی یاد انسان کو (Alert) رکھتی ہے۔ ہر دم تیار رکھتی ہے۔

یہ موت کی یاد ہی تو ہے جو کامیابی کی ضمانت بنتی ہے پھر کیوں ناں اپنی موت کو یاد

رکھیں! یہی تو کامیابی کی کلید ہے۔یہی تو صبحِ روشن کی نوید ہے۔تاریکی کے گھپ اندھیرے کے مسافر کو اگر روشنی سے ڈر لگتا ہے تو یہ حیرت کی بات ہے۔ہاں ڈرنے کی بات تب ہے جب یہ اندھیرا مستقل ہو جائے۔

آؤ!

اندھیروں کو روشنی میں بدلنے کی آج کوشش کرلیں کہ ابھی وقت ہے۔

آؤ!

اس وقت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے موت کو اپنی یادوں میں بسالیں
تاکہ اس کے بعد ملنے والی زندگی کے لئے تیاری کرسکیں۔

آؤ!

اس زندگی کو ایسا بنالیں کہ جان دینے کو جی چاہے
اور اللہ تعالیٰ کے لئے جان دینا ہی تو حیاتِ جاوداں ہے۔

آؤ!

ہمیشہ کی زندگی کے لئے موت کو اپنی یادوں میں بسالیں۔

(سی ڈی سے تدوین)

آخرت سیریز

پڑھیے اور پڑھوایئے

موت اس زندگی کی شام ضرور ہے لیکن ہمیشہ کے لیے اختتام نہیں
یادِ موت ہی انسان کی ہر بات میں خلوص پیدا کرتی ہے
دل کا اطمینان اور عبادتوں میں لذت بخشتی ہے
یہ موت کی یاد ہی تو ہے جو کامیابی کی ضمانت ہے

کیسے ممکن ہے راتوں کو سجدے کرنے والے اور
دنوں کو عیش کرنے والے برابر کر دیے جائیں؟
کیسے ممکن ہے سچے اور جھوٹے برابر کر دیے جائیں؟
کیسے ممکن ہے ایمان اور کفر برابر ہو جائیں؟
کیسے ممکن ہے ظالم اور عادل برابر ہو جائیں؟

آج میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔
28,29 الحاقہ

اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔
(التحریم 6)
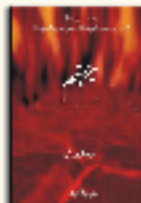
جنت وہ مقام ہے جہاں
ہمیشہ صحت مند رہیں گے کبھی بیماری نہیں آئے گی
ہمیشہ جوان رہیں گے کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا
ہمیشہ خوش رہیں گے کبھی غم نہیں آئے گا